کلیاتِ عرفی شیرازی پر ایک تحقیقی نظر

ڈاکٹر محمد ولی الحق صاحب انصاری
بی اے آنرس، ال ال بی، ایم اے، پی ایچ ڈی لکچرر لکھنؤ یونیورسٹی

(۲)

قابلِ افسوس امر یہ ہے کہ اس تمام کوشش کے باوجود جو کلیاتِ عرفی کی ترتیب کے سلسلہ میں عرفی کی وفات کے محض پچیس سال بعد کی گئی اور جس میں وہ لوگ بھی شامل تھے جن سے عرفی کے ذاتی تعلقات تھے، عرفی کا مکمل کلیات آج بھی غیر شائع شدہ ہے۔ قصائدِ عرفی کے متعدد ایڈیشن ہندوستان میں شائع ہوئے، اور انھیں نصف درجن سے زیادہ ناشروں نے وقتاً فوقتاً شائع کیا (جن میں اولیت کا سہرا غالباً مطبع مرتضوی، لکھنؤ کو حاصل ہے) لیکن ان میں عموماً اکیاون ۵۱ قصائد، ایک ترکیب بند، ایک ترجیع بند اور چند قطعات شامل ہوتے ہیں، ان مجموعہ قصائد میں کچھ ایسے بھی قصیدہ ہیں جن میں اشعار کی تعداد بھی کم ہے۔ مثلاً مطبع نول کشور سے شائع ہونے والے مجموعہ قصائد عرفی میں لخت میں حسب ذیل مطلع سے شروع ہونے والے قصیدہ میں

سپیدہ دم چو زدم آستیں بہ شمعِ شعور ÷ شنیدم آیت استفتحوا از عالم نور

کل چھیاسی ۸۶ اشعار ہیں اور مطبع قیومی کے مطبوعہ قصائد عرفی میں کل ستتر ۷۷ اشعار ہیں، کلیاتِ عرفی، مرتبہ غلام حسین جواہری میں بھی اس قصیدہ میں اشعار کی تعداد چھیاسی ۸۶ ہی ہے، لیکن میرے پیشِ نظر مخطوطہ میں اسی قصیدہ میں ایک سو چار اشعار ہیں، اسی طرح منقبت حضرت علیؓ میں عرفی کے مشہور قصیدہ "ترجمۃ الشوق" میں ایک سو تراسی ۱۸۳ یا ایک سو چوراسی ۱۸۴ اشعار مختلف مجموعوں میں چھپے ہیں جبکہ میرے پیشِ نظر قلمی نسخوں میں اس قصیدہ کے اشعار کی تعداد دو سو اکیس ۲۲۱ ہے، اسی طرح دوسرے قصائد میں بھی مطبوعہ اور قلمی نسخوں میں اشعار کی تعداد میں اختلاف ہے۔ ان اکیاون ۵۱

قصیدوں کے علاوہ جو عموماً قصائد عرفی کے مطبوعہ نسخوں میں ملتے ہیں، محترمی ڈاکٹر نعیم الدین صاحب صدر شعبۂ فارسی، ناگپور یونیورسٹی، کو اپنے سفر ترکی کے دوران قونیہ، استنبول اور انقرہ کے مختلف کتب خانوں میں عرفی کے کلیات کے قلمی نسخوں میں کچھ ایسے قصائد ملے جو اُس وقت تک زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہوئے تھے۔ محترمی ڈاکٹر صاحب نے ان قصائد کو جن کی تعداد بیس ہے۔ (اور جن میں کچھ نامکمل بھی ہیں) کتابی شکل میں شائع بھی کر دیا ہے[۱۵]۔ ان قصائد کو شامل کرنے کے بعد ہندوستان میں اب تک عرفی کے اکثر قصائد مختلف زبانوں میں شائع ہو چکے ہیں اگرچہ ان مطبوعہ قصائد میں کافی غلطیاں ہیں۔

قصائد کی طرح ہندوستان میں عرفی کا دیوانِ غزلیات (جس میں رباعیات اور کچھ قطعات بھی شامل ہیں) بھی شائع ہو چکا ہے۔ یہ پہلی مرتبہ ۱۳۰۸ھ میں شائع ہوا اور دوسری مرتبہ ۱۹۱۵ء میں۔ اس دوسرے مطبوعہ دیوان میں جسے مطبع نول کشور، کانپور نے شائع کیا، کل پانچ سو چوہتر (۵۷۴) غزلیات شامل ہیں لیکن اس دیوان میں اس قدر غلطیاں ہیں کہ بقول آقا سید محمد علی داعی الاسلام، "اس مطبع نے عرفی کی کوئی خدمت نہیں کی بلکہ اس کے اشعار کی صورت بگاڑ کر اس کی شہرت کو نقصان پہونچا دیا۔"

عرفی کی مثنویوں میں شیریں فرہاد اور مجمع الابکار دونوں شائع ہو چکی ہیں۔ اول الذکر ایک علیحدہ کتابچہ کی شکل میں مطبع بوستان العاشقین سے ۱۲۹۵ھ میں شائع ہوئی تھی اور آخر الذکر عرفی کے نول کشور پریس سے شائع ہونے والے دیوان کے ساتھ شائع ہوئی۔ ان کے علاوہ عرفی کی ایک ساٹھ (۶۰) اشعار کی چھوٹی سی مثنوی بھی (جس میں اس نے اپنے عہد کے لالچی شعراء کی مذمت کی ہے اور جو ڈاکٹر نعیم الدین صاحب کو دانش گاہِ عثمانیہ حیدر آباد اور میوزیم لائبریری، قونیہ، ترکی میں عرفی کے ایک کلیات کے قلمی نسخوں میں ملی تھی) ڈاکٹر صاحب موصوف نے ۱۹۵۹ء میں AN UNKVOWR MASNAWI OF عرفی شیرازی کے عنوان سے شائع کر دی ہے[۱۶]۔

---

[۱۵] "عرفی کے چند غیر مطبوعہ قصائد" نشر کردہ آزاد کتاب گھر دہلی (SOME UNKVOWR QASIDAS OF URFI OF SHIRAZ, REPRINL; FROM ISLAMIC CULTURE, AZAD KITAB GHAR DELHI)

[۱۶] اسلامک کلچر، حیدر آباد (جلد ۳۳ نمبر ۴ - اکتوبر ۱۹۵۹ء صفحات ۲۳۲ تا ۲۳۹) (ISLAMIC CULTURE, VOL. 33 NO. 4, OCT., 1959 PAGES 232-239)

مذکورہ بالا مجموعہ قصائد اور دیوان غزلیاتِ عرفی میں عرفی کی کچھ رباعیات اور قطعات بھی شامل ہیں، چنانچہ دیوانِ غزلیات میں اس کی دو سو (۲۰۰) رباعیات مطبع نول کشور نے شائع کیں اور اسی مطبع نے قصائدِ عرفی اور دیوانِ عرفی دونوں میں ملاکر عرفی کے تقریباً چالیس (۴۰) قطعات شائع کئے۔ مطبوعہ قصائدِ عرفی میں ایک ترجیع بند اور ایک ترکیب بند بھی شامل ہے، انکے علاوہ محترمی ڈاکٹر نعیم الدین صاحب چند سال قبل عرفی کے دوسرے اکتیس (۳۱) قطعات کو جو انھیں دانش گاہ عثمانیہ کے کلیاتِ عرفی کے نسخہ میں ملے تھے شائع کرنے کا ارادہ کر رہے تھے اور غالباً یہ قطعات اب تک شائع ہو چکے ہوں گے۔[17]

بارھویں صدی ہجری کے نصف آخر میں ایران میں سبک ہندی سے روگردانی اور سبک قدیم کی طرف بازگشت کا رجحان پیدا ہونا شروع ہوا چنانچہ عرفی کا کلام جس کی اس کے معاصرین تذکرہ نگاروں اور شعراءِ ایران نے بے حد تعریف[18] کی تھی، اس دور میں ایرانیوں کی نگاہوں سے اترنے لگا۔ اس عہد کے بالکل ابتدائی تذکرہ نگاروں اور شاعروں میں لطف علی بیگ آذر کو عرفی کے استعارات (جو ایک حد تک عرفی کے کلام کی جان سمجھے جاتے تھے) ناپسند ہوئے اور رضا قلی خاں ہدایت اپنے عہد کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں[19] کہ: "دیوانش بکرر بہ نظر در رسید۔ سیاق اشعارش پسندیدہ اہالی این عہد نیست" ایرانیوں کے مذاق میں اس تبدیلی کی وجہ سے دورِ جدید میں جبکہ طباعت کی آسانیاں حاصل ہو چکی تھیں، کچھ عرصہ قبل تک ایران میں عرفی کے کلام کی اشاعت کی طرف توجہ دی گئی، لیکن گزشتہ چند برسوں میں سبک ہندی سے نفرت کے اس رجحان میں کمی آتے معلوم ہوتی ہے اور اس دور میں ایران کے اہلِ ذوق حضرات میں عرفی کا کلام پھر مقبول ہونا شروع ہو گیا ہے۔[20] چنانچہ ۱۳۳۷ھ قمری (مطابق ۱۹۵۸ء) میں آقا غلام حسین جواہری کے دل میں عرفی کے کلیات کو ترتیب دیکر شائع کرنے کا خیال پیدا ہوا اور ان کی کوشش سے کچھ ہی عرصہ کے بعد ایران میں پہلی مرتبہ کلیاتِ عرفی طبع اور شائع ہو گیا۔

اس ایران سے طبع ہونے والے نسخہ میں اب تک شائع ہونے والے تمام مجموعوں سے زیادہ عرفی کا کلام یکجا ہے، لیکن اس نسخہ میں بھی چودہ ہزار میں صرف آٹھ ہزار تین سو کے قریب اشعار جو حسبِ ذیل اصنافِ سخن پر مشتمل ہیں، شامل ہیں۔

---

[17] یہ تمام قطعات اور چند ان کے علاوہ بھی راقم الحروف کو لکھنؤ میں کلیاتِ عرفی کے ایک نسخہ میں مل چکے ہیں۔

[18] مآثرِ رحیمی، جلد سوم، صفحہ ۲۹۳ و منتخب التواریخ، جلد سوم صفحہ ۲۸۵ و خلاصۃ الاشعار (مخطوطہ علی گڑھ) صفحات ۳۱۲ تا ۳۱۴ عرفاتِ عاشقین (مخطوطہ بانکی پور) صفحات ۵۰۲ (الف) تا ۵۰۴، ملاحظہ فرمائیے۔

[19] مجمع الفصحا، جلد دوم، ص ۲۴۔

[20] کلیاتِ عرفی مرتبہ غلام حسین جواہری و مطبوعہ چاپ خانہ محمد علی (ایران) کا دیباچہ ملاحظہ فرمایا جائے۔

تعداد قصائد باسٹھ [۶۲] مشتمل بر دو ہزار پانچ سو بیالیس [۲۵۴۲] اشعار

تعداد غزلیات پانچ سو پچپن [۵۵۵] مشتمل بہ تین ہزار چار سو ستاسی [۳۴۸۷] ابیات

تعداد قطعات چالیس [۴۰] مشتمل بہ دو سو بیالیس [۲۴۲] اشعار

تعداد رباعیات بانوے [۹۲] مشتمل بہ ایک سو بیاسی [۱۸۲] اشعار

تعداد مثنویات دو [۲] مشتمل بہ ایک ہزار تین سو اسی [۱۳۸۰] اشعار

ساقی نامہ ایک مشتمل بہ اڑتالیس [۴۸] ابیات

ترکیب بند ایک مشتمل بہ ایک سو چھ [۱۰۶] اشعار

ترجیع بند ایک مشتمل بہ ایک سو بائیس [۱۲۲] اشعار

رسالہ نفسیہ (نثری تصنیف)

اس نسخہ کے طبع ہونے کے بعد بھی وہ مسئلہ جو آقا غلام حسین جواہری کو کلیاتِ عرفی کے مرتب کرنے کا محرک ہوا تھا، (یعنی مطبوعہ مجموعوں میں غلطیاں اور کلامِ عرفی کی پراگندگی[۲۱]) وہ جوں کا توں باقی رہا۔ مطبع نول کشور، کانپور سے شائع ہونے والے دیوانِ عرفی کی طرح آقا غلام حسین جواہری کا مرتب کردہ نسخہ بھی غلطیوں سے پاک نہیں ہے اور اس میں قصائد و غزلیات وغیرہ کی اتنی تعداد بھی نہیں ہے جتنی ہندوستان میں وقتاً فوقتاً شائع ہونے والے مختلف نسخوں میں پائی جاتی ہے۔ آقا غلام حسین کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے اپنے کام میں دس سے زیادہ نسخوں سے مدد لی لیکن ان نسخوں میں کتاب خانہ مجلسِ شوریٰ ملی، طہران میں موجود کلیاتِ عرفی کے اہم نسخہ سے شاید مدد نہیں لی گئی جس میں دیگر اصنافِ سخن کو چھوڑنے کے بعد صرف غزلیات و قصائد کے تقریباً آٹھ ہزار آٹھ سو اشعار موجود ہیں۔ اور جس میں نثر میں رسالہ نفسیہ کے علاوہ عبدالباقی نہاوندی کا وہ نادر دیباچہ کلیاتِ عرفی بھی موجود ہے جس میں خود عرفی کی زندگی کے متعلق اہم معلومات ہیں، اس مرتبہ نسخہ کے آخر میں آقا غلام حسین جواہری نے ایک سو چالیس [۱۴۰] غزلیں "اضافات" کے عنوان سے شائع کی ہیں اور اس سلسلہ میں ایک نوٹ بھی دیا ہے کہ یہ غزلیات انھیں غزلیاتِ عرفی کے ایک

۲۱؎ آقائے جواہری اپنے مرتب کردہ کلیاتِ عرفی کے دیباچہ میں حسب ذیل الفاظ میں ان غلطیوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

"...... باکمال تاسف ہر نسخہ کہ می یافتم اعم از خطی یا چاپی، یکے از دیگر خراب تر و پُر غلط تر بود......
معمولاً کتابہائے کہ از نظرم می گزشت بدون استثنا چاپ ہند و ہمہ متفرق و پراگندہ بود........"

چھوٹے سے مجموعہ میں، جو آقائے ذاب صفا کی ملکیت ہے ملیں اور یہ کہ عرفی کے سبک کو دیکھتے ہوئے انھیں وہ مشکوک اور الحاقی معلوم ہوتی ہیں۔ جہاں تک کہ ان ایک سو چالیس غزلوں کا تعلق ہے راقم الحروف کو ان کے عرفی کا کلام ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ ان کا سبک عین سبکِ عرفی کے مطابق ہے اور ان میں عرفی کی چند نہایت مشہور غزلیات، مثلاً حسب ذیل مطلعوں سے شروع ہونے والی غزلیں، بھی شامل ہیں:۔

لطف گہر عتاب بشکست ؛ دل رایت اضطراب بشکست

چہ پر نسیم کہ بجانت ہوائے ما چہ کند ؛ دراں چمن کہ گل آتش بود صبا چہ کند

سراپائے وجودم در محبت حالِ دل دارد ؛ ز ذوقِ درد بیرونم درون را مشتعل دارد

اگرچہ راہ بہ عیبِ تو کس عیاں نہ برد ؛ گماں مبر کہ بہ عیبِ تو کس گماں نہ برد

ملب آرام گیر اے جان غمگیں یک دمے دیگر ؛ کہ شاید در حریم سینہ بفرستد غمے دیگر

دلے دارم کہ می جوشد زہر موچشمہ نوشش ؛ نہ آں خوئے کہ بتوان از گرستن داد بیرونش

ازاں زبادۂ شوق تو ہوش جان دزدم ؛ کہ لذتِ غمت از کام او نہاں دزدم

مالذت نفریم سخارانہ شناسیم ؛ ناسوری زخمیم شفارانہ شناسیم

از شش جہتم شکوہ زند موج وخموشم ؛ در زہر زنم غوطہ وسرچشمہ نوشم

بیاں درد کز راحت رمیدن آرزو دارم ؛ بغم پیوستن از شادی بریدن آرزو دارم

منم کز بادہ عشرت خروشیدن نمی دانم ؛ بدستِ من منہ این مے کہ نوشیدن نمی دانم

دانی کہ چیست مصلحت ما گریستن ؛ پنہاں ملول بودن و تنہا گریستن

تا تیغ بکف یا می بر نفس دو دو دستی زن ؛ تا سنگ بدست آید بر شیشہ ہستی زن

نامِ حسنت چوں برم بر آسماں آید گراں ؛ گر بہ گل بادے وزد بر باغباں آید گراں

اے ز فلک زخوشہ صنع تو دانہ ؛ در قصر کبریائی تو عرش آشیانہ

اس کے علاوہ "اضافات" کے تحت ایک درجن سے زیادہ غزلیں وہ ہیں جو کہ اصل دیوان میں بھی شامل ہیں، اور جن کا "اضافات" میں دوبارہ شمول محض مرتب کی لاپروائی کا نتیجہ ہے۔ علاوہ بریں یہی غزلیات جنھیں آقائے جواہری

مشکوک سمجھتے ہیں راقم الحروف کو چند دوسرے قلمی اور انتہائی مستند نسخوں میں بھی مل چکی ہیں اور ان کی روشنی میں یہ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ وہ الحاقی یا مشکوک کلام نہیں ہے۔

آقائے جواہری نے اپنے مرتب کردہ کلیاتِ عرفی میں پیشِ لفظ کے طور پر عرفی کے حالاتِ زندگی بھی لکھے ہیں لیکن ان میں بھی عرفی کے عہد سے قریب ترین تذکرہ نگاروں کے بیانات کو چھوڑ کر اس عہد سے سو سال سے بھی زیادہ بعد کے تذکروں پر بھروسہ کیا گیا ہے۔ اس ذکر میں انھوں نے "نام و نسب عرفی" کے زیرِ عنوان عرفی کے والد کا نام زین العابدین علوی لکھا ہے جبکہ عرفی کے معاصرین مثلاً عبد الباقی نہاوندی، تقی اوحدی، عبد النبی فخر الزمانی نے اس کے والد کا نام زین الدین علی بلوی (یا اس کی بگڑی ہوئی دوسری شکلیں زین الدین بلو یا خواجہ بلوی) لکھا ہے، اور تقی اوحدی نے تصریح کردی ہے کہ عرفی سید نہ تھا۔ بعد کے تذکرہ نگاروں مثلاً سراج الدین علی خان آرزو، علی ابراہیم خلیل وغیرہ نے بھی اسی نام کو صحیح مانا ہے۔ "اخلاق و عقائد" کے عنوان کے تحت بھی فاضل مرتب نے عرفی کے اخلاق و عقائد کو اس کے کلام کی روشنی میں سمجھنے کی قطعاً کوشش نہ کر کے محض چند تذکرہ نگاروں کے بیانات کو صحیح مان کر حسِ خود ستائی وغرور کو اس کی سیرت کا جز قرار دیا ہے۔ عرفی کے کیرکٹر یا اس کے کلام پر تبصرہ کرنا اس مضمون کے دائرہ سے باہر ہے پھر بھی یہاں یہ کہنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ جن اشعار کو عرفی کی خود بینی، خود ستائی اور شعرائے سلف کی شان میں گستاخی کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے اُن میں سے کچھ تو وہ ہیں جن میں شاہی درباروں تک میں اپنی عزتِ نفس برقرار رکھنے کی عرفی نے کوشش کی ہے اور کچھ وہ ہیں جو فخریہ شاعری کے ضمن میں آتے ہیں۔ اس قسم کی شاعری میں پیش روؤں یا دوسرے ہم عصر شاعروں پر تعریض یا طعن کرنا فارسی شاعروں میں ایک عام بات ہے جس کا صرف عرفی ہی نہیں بلکہ فارسی کے زیادہ تر قصیدہ گو ہر زمانہ میں مرتکب ہوئے ہیں[۲۲] اور جس کے متعلق ڈاکٹر براؤن نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ جس وقت کوئی بھی شاعر فخریہ شاعری کو، جو کہ مشرق میں عام ہے، کرنے پر اتر آتا ہے تو وہ خود کو اپنے معاصرین اور پیشرو شاعروں میں

---

۲۲ مثلاً خاقانی کہتا ہے:
رشک نظم من خورد حسان ثابت را جگر ؛ دست نثر من زند سحبان وائل را قفا
یا
شاعر ساحر منم خوان معانی مراست ؛ ریزه خور خوانِ من رودکی و عنصری
یا طالب آملی کہتا ہے:
گل این طرز کہ من چیده ام ز گلشن عشق ؛ خنده زن برخس و خاشاک شعرائے سلف است
یا
پیغمبر منم معجزات سخن را ؛ سنائی و خاقانی از اُمتانم
کلیم اللہ دانشم بے تکلف ؛ کلام اللہ نطق نازل شانم
یا حکیم قاآنی کہتا ہے:
اے شاه قاآنی منم خاقانی ثانی منم ؛ نے آب خاقانی منم زین نظم غرا ریختہ
اکنوں منم در شاعری قائم مقام عنصری ؛ از نقش الفاظ دری نیرنگ معنی ریختم

سب سے بڑے شاعروں سے بھی برتر قرار دیتا ہے۔[23]

(".... FOR WHEN A POET IS IN INDNLGING IN THIS STYLE OF BOASTIUG, SO POPULAR WITH THE EASTERN POETS, HE NATURALLY DECLARES HIMSELF SUPERIOR TO THE GREATEST, VOT THE LEAST, OF HIS PREDECESSORS AND CONTEMPORARIES....")

"ذکر اقوالِ تذکرہ نویسان" کے عنوان کے تحت عرفی و مذہب تشیع کے سلسلہ میں مراۃ الخیال (جو عرفی کے انتقال کے سو سال سے بھی زیادہ کے بعد یعنی ۱۱۰۲ھ میں تالیف کیا گیا) کی ایک غیر مستند روایت پر بھی زور دیا گیا ہے جس میں کہا گیا ہے ابوالفضل اور فیضی نے عرفی کو بادشاہ کی نظروں سے گرانے کے لئے دربارِ اکبری میں عرفی کی ملازمت کے پہلے ہی روز ابوالفضل نے عرفی سے پوچھا کہ: "در مذہبِ شما زاغ حلال است یا حرام" اور عرفی کے جواب نہ دینے پر فیضی نے سوال کیا کہ: در مذہبِ شما خوک حلال است یا حرام" اور دونوں کے سوالوں کے جواب میں عرفی نے بادشاہ کو مخاطب کرکے جواب دیا کہ: "جواب ایں مسئلہ بدیہی است و ہر کس می داند کہ ہر دو گُہ می خورند"[24] جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے وہ عرفی کی ظرافتِ طبع کی طرف ضرور اشارہ کرتی ہے لیکن جیسا کہ احمد علی صاحب سندیلوی (مصنف مخزن الغرائب) کا خیال ہے، وہ قطعاً بعید از قیاس ہے، فاضل مرتب کے لئے بہتر ہوتا کہ اگر عرفی کے حالات میں انھیں اقوالِ تذکرہ نویسان بیان ہی کرنے تھے تو وہ مصنفان مراۃ الخیال، ریاض الشعراء، شعر العجم وغیرہ جو کہ عہد عرفی سے صدیوں بعد کے تذکرہ ہیں، کے اقوال کے بجائے عرفی کے عہد سے قریب تر تذکرہ نگاروں کے عرفی کے متعلق اقوال پیش کر سکتے تھے جو عرفی اور اس کی شاعری کو سمجھنے میں زیادہ معاون ہوتے۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے، آقائے غلام حسین جواہری کا متذکرہ بالا ترتیب دادہ کلیاتِ عرفی نہ صرف اغلاط سے خالی نہیں ہے بلکہ بہت ہی نامکمل ہے، اس میں عبدالباقی نہاوندی کے اہم دیباچہ کے علاوہ تقریباً تین سو غزلیات (جن میں سے کچھ مطبع نول کشور سے شائع ہونے والے نسخہ تک میں موجود ہیں) پچیس مکمل یا غیر مکمل قصائد (جن میں سے کچھ عرفی کی ایران کی زندگی سے

---

[23] براؤن: لٹریری ہسٹری آف پرشیا جلد دوم (ذکر سنائی) صفحہ ۱۶۳۔ [24] مراۃ الخیال میں یہ سوال فیضی سے منسوب ہے لیکن زیر تبصرہ نسخہ میں فیضی کے بجائے "حنفی" لکھا ہے ممکن ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہو لیکن زیادہ احتمال یہی ہے کہ یہ غلطی بھی مرتب کی لاپرواہی کا نتیجہ ہے۔

جہاں تک اس حکایت کا تعلق ہے وہ قطعاً بے حقیقت ہے اس لئے کہ قطعِ نظر اس کے کہ فیضی خود عرفی کو دربارِ اکبری میں لے گیا تھا، خود ابوالفضل اور فیضی انتہائی وسیع المشرب تھے (اس حد تک کہ خود ان کے مذہب کے متعلق کوئی صحیح بات نہیں کہی جا سکتی) دوسرے شہنشاہِ اکبر کے سامنے کوئی بھی ایسا لچر سوال پوچھنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا جس کا کہ ذکر کسی بھی معاصر تذکرہ نگار نے نہیں کیا۔ جہاں تک عرفی کے مذہب کا تعلق ہے اس کے تشیع یا تسنن وغیرہ کا نہ تو کسی تذکرہ میں ذکر ہے اور نہ اس کی کہیں اس نے اپنے کلام میں صراحت کی ہے۔ وہ ایک آزاد خیال فلسفیانہ مزاج کا انسان تھا اور اس کا مسلک وہی تھا جس کی طرف اس نے حسب ذیل اشعار میں اشارہ کیا ہے:۔

چناں با نیک و بد عرفی بسر کن کز پسِ مردن ❊ مسلمانت بہ زمزم شوید و ہندو بسوزاند

یا

از رنگ و بو دو رم دلے در روضہ بہر باغباں ❊ بابا سمی و رزم ادب تنظیم شمشادش کنم

متعلق ہونے کی وجہ سے کافی اہم ہیں)، دو سو سولہ [۲۱۶] رباعیات، چھبیس قطعات اور ایک پچاس [۵۰] اشعار کی مثنوی بالکل ہی نہیں ہیں، اس کے علاوہ قصائد، غزلیات اور دوسری نظموں میں بہت سے ایسے اشعار جو دوسرے نسخوں میں پائے جاتے ہیں شامل نہیں ہیں مثلاً اس نسخہ میں ساقی نامہ میں صرف اڑتالیس اشعار مندرج ہیں جبکہ راقم الحروف کے پیشِ نظر ایک نسخہ میں اور خود کتب خانہ مجلس شورٰی ملی طہران میں کلیاتِ عرفی کے نسخہ میں بھی اس ساقی نامہ میں ایک سو بانوے [۱۹۲] اشعار ہیں، اسی طرح مثنوی شیریں خسرو میں اس مطبوعہ نسخہ میں کل دو سو اکیاسی [۲۸۱] اشعار ہیں جبکہ میرے پیشِ نظر مخطوطہ میں چار سو پینتیس [۴۳۵] اشعار ہیں اور مجلس شورٰی ملی کے نسخہ میں ان کی تعداد ۱۴۰ ہے۔ مثنوی مجمع الابکار کا بھی یہی حال ہے۔ اِس مطبوعہ نسخہ میں کل —— ایک ہزار ننانوے [۱۰۹۹] اشعار ہیں جبکہ حقیقتاً اس مثنوی میں ایک ہزار چار سو [۱۴۰۰] اشعار ہیں۔ مطبوعہ قصائد اور غزلیات کا بھی یہی حال ہے اور ان میں سے بھی کچھ میں اشعار کی تعداد میرے پیشِ نظر نسخہ کے انھیں قصیدہ اور غزلوں کے اشعار سے کم ہے۔

متذکرہ بالا سطور سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اب تک جتنے بھی عرفی کے اشعار کے مجموعے شائع ہو چکے ہیں وہ نامکمل ہونے کے ساتھ ساتھ اغلاط سے بھی پر ہیں، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ عرفی کے کلیات کو از سرِ نو مرتب کیا جائے جیسا کہ پیشتر بیان کیا جا چکا ہے، عرفی کے مستند کلیات میں جسے خانِ خاناں کے حکم سے ترتیب دیا گیا، چودہ ہزار اشعار تھے۔ میرے پیشِ نظر کلیاتِ عرفی کے نسخوں میں کم از کم دو ایسے ہیں جن کے مستند ہونے میں شبہ نہیں کیا جا سکتا اور جن میں ہر ایک میں تقریباً بارہ ہزار آٹھ سو [۱۲۸۰۰] اشعار موجود ہیں لیکن اس کے باوجود وہ مکمل نہیں ہیں اور ان میں کچھ ایسی نظمیں اور غزلیں شامل نہیں ہیں جو دوسرے مستند مخطوطات کلیاتِ عرفی میں موجود ہیں، اگر ان تمام مستند کلیاتِ عرفی کے قلمی نسخوں کو سامنے رکھ کر کلیاتِ عرفی ترتیب دیا جائے تو سراجا کا ترتیب دادہ کلیات از سرِ نو مرتب ہو سکتا ہے۔

جہاں تک عرفی کے کلیات کے قلمی نسخوں کا تعلق ہے، ان کی تعداد کم نہیں ہے لیکن جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے، ابھی تک اس کا کوئی نسخہ ایسا نہیں ملا ہے جس میں عرفی کا کل کلام یکجا ہو۔ کلیاتِ عرفی کے بہترین نسخوں میں جن کا مجھے علم ہے کم از کم دو [۲] لکھنؤ میں موجود ہیں اور انھیں نسخوں میں عرفی کے اشعار کی سب سے زیادہ تعداد ہے۔ ان میں سے ایک نسخہ (جس پر جہاندار شاہ کی مہریں ہیں اور جس کا سنہ کتابت سنہ ۱۰۷۹ھ ہے) میں کل اٹھاسی [۸۸] مکمل اور غیر مکمل قصائد (جن میں تین ہزار تین سو باسٹھ [۳۳۶۲] اشعار ہیں) آٹھ سو اڑتالیس [۸۴۸] غزلیات (جن میں پانچ ہزار چھ سو ستائیس [۵۶۲۷] اشعار ہیں) چونسٹھ [۶۴] قطعات (جن میں کل چار سو تین اشعار ہیں) ایک ترکیب بند اور ایک ترجیع بند (جن میں کل ایک سو اٹھائیس [۱۲۸] اشعار ہیں)،

مثنوی مجمع الابکار (جس میں ایک ہزار چار سو تین[۱۴۰۳] اشعار ہیں) مثنوی خسرو شیریں (جس میں کل چار سو پینتیس[۴۳۵] اشعار ہیں) تین سو آٹھ[۳۰۸] رباعیات اور پانچ سو ستتر[۵۷۷] متفرق اشعار اور ایک ساقی نامہ (جس میں کل ایک سو بانوے[۱۹۲] اشعار ہیں) شامل ہیں، اس کے علاوہ عرفی کی نثری تصنیف رسالہ نفسیہ اور عبدالباقی نہاوندی کا دیباچہ کلیاتِ عرفی بھی اس کلیات کے جزو ہیں، دوسرا نسخہ اس ۱۰۰۹ھ کے مکتوبہ نسخہ سے زیادہ قدیم ہے لیکن اس پر تاریخِ کتابت درج نہیں ہے، اس نسخہ میں بھی تقریباً وہ تمام قصائد، مثنویات، رباعیات، غزلیات، قطعات، متفرق ابیات اور نثر جو متذکرہ بالا نسخہ میں پائے جاتے ہیں موجود ہیں۔ کلیاتِ عرفی کا تیسرا اہم ترین نسخہ جو میری نظر سے گزرا ہے وہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی آزاد لائبریری کے حبیب گنج کلکشن میں موجود ہے۔ اس کی کتابت ۱۰۱۰ھ میں ہوئی ہے۔ اس نسخہ میں بھی عبدالباقی نہاوندی کا دیباچہ اور عرفی کی نثری تصنیف رسالہ نفسیہ ہے۔ عرفی کی مثنویات مجمع الابکار اور شیریں فرہاد بھی اس میں موجود ہیں، قصیدوں کی تعداد اس نسخہ میں چھیاسٹھ[۶۶] ہے اور ان کے بعد ترجیع بند اور ترکیب بند ہیں۔ اس مجموعہ میں قطعات کی تعداد کل بتیس[۳۲] ہی ہے۔ غزلیں اور رباعیات کی تعداد بالترتیب پانچ سو انیس[۵۱۹] اور دو سو بتیس[۲۳۲] ہے، عرفی کا ساقی نامہ بھی اس مجموعہ میں شامل ہے اور ان سب اصنافِ سخن کو ملا کر اس میں کل آٹھ ہزار ایک سو[۸۱۰۰] کے قریب اشعار شامل ہیں، اس نسخہ کے علاوہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی لائبریری میں چند اور بھی بہت اچھے کلیاتِ عرفی کے نسخے موجود ہیں جن میں سے ایک میں تقریباً سات ہزار تین سو[۷۳۰۰] اور دوسرے میں آٹھ ہزار آٹھ سو پچاس[۸۸۵۰] اشعار پائے جاتے ہیں، ان کے علاوہ اسی کتب خانہ میں کلیاتِ عرفی کا ایک نسخہ اور بھی ہے جو سراجا کے کلیاتِ عرفی کو ترتیب دینے کے بعد غالباً کلیاتِ عرفی کا قدیم ترین نسخہ ہے۔ اس کا سنہ کتابت سنہ ۱۰۳۲ھ ہے لیکن اس کا کم از کم ایک حصہ اس سے بھی قبل یعنی سنہ ۱۰۲۹ھ میں (کلیاتِ عرفی کی تدوین کے کل تین سال بعد) تحریر ہوا، بدقسمتی سے اس نسخہ کے کچھ صفحات ضائع ہو جانے کی وجہ سے اس کی اہمیت کم ہو گئی ہے اگرچہ یہ صفحات دوبارہ لکھ کر نسخہ کو مکمل بنانے کے لئے اس میں شامل کر لئے گئے ہیں، اس نسخہ میں باون[۵۲] قصائد، چھ سو بیس[۶۲۰] غزلیں، دو سو اکیاون[۲۵۱] رباعیاں اور دو[۲] مثنویاں شامل ہیں اور اس کے کل اشعار کی تعداد نو ہزار کے قریب ہے۔ قدامت کے لحاظ سے رضا لائبریری رامپور کا بھی ایک نسخہ قابلِ ذکر ہے، یہ شیخ جمال الدین کا نگاشتہ ہے اور اگرچہ اس پر سنہ کتابت درج نہیں ہے پھر بھی تحریر سے وہ عہدِ اکبری کا نسخہ معلوم ہوتا ہے، بہ الفاظِ دیگر یہ نسخہ سراجا کے مرتب کئے ہوئے دیوان سے بھی قبل لکھا گیا، اس نسخہ میں کل چھ ہزار سات سو بیالیس[۶۷۴۲] اشعار ہیں، ان کے علاوہ راقم الحروف کے پاس بھی ایک قلمی نسخہ کلیاتِ عرفی کا ایسا ہے جس پر محمد قطب شاہ کی مہریں ہیں اور جس پر سنہ کتابت ۳ ذیقعدہ روز یک شنبہ ۹۹۳ھ درج ہے، یہ نسخہ عرفی ک

[۱۹] زندگی ہی میں تحریر ہوا ہے اور اس لحاظ سے عرفی کے کلیات کے ان تمام نسخوں میں جن کا حال معلوم ہے سب سے قدیم ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں (جو نادر مخطوطات کا مخزن ہے) کلیاتِ عرفی کا کوئی اہم اور قابلِ ذکر نسخہ موجود نہیں ہے۔ حیدرآباد میں کلیاتِ عرفی کے اہم نسخے موجود ہیں اور ان میں ایک وہ بھی ہے جس میں ڈاکٹر نعیم الدین صاحب کو عرفی کی ایک نادر مثنوی اور چند کمیاب قطعات ملے ہیں۔

ہندوستان کے علاوہ ترکی اور ایران میں بھی کلیاتِ عرفی کے اہم نسخے موجود ہیں اگرچہ دسترس سے باہر ہونے کی وجہ سے مجھے انھیں دیکھنے کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ ان نسخوں میں ایک جو کہ سترھویں صدی میں لکھا گیا ہے اور کمال ادیب بے، لکچرر انقرہ یونیورسٹی کی ملک ہے بہت اہم ہے، اس میں لکھنؤ کے ۱۰۰۹ھ کے لکھے ہوئے نسخہ کے بعد سب سے زیادہ تعداد میں عرفی کے قصیدے موجود ہیں، اس کے علاوہ ایک دوسرا اہم نسخہ ترکی میں میوزیم لائبریری قونیہ میں بھی محفوظ ہے۔ اس نسخہ میں بھی عرفی کا کچھ نادر کلام ہے، ان کے علاوہ استنبول میں بھی کلیاتِ عرفی کے کچھ اچھے نسخے موجود ہیں۔ ایران میں بھی کلیاتِ عرفی کے نسخوں کی کمی نہیں معلوم ہوتی۔ جیسا کہ غلام حسین جواہری صاحب نے لکھا ہے، دس سے زیادہ نسخوں سے انھوں نے اپنے مرتب کئے ہوئے کلیاتِ عرفی میں مدد لی، ان کے علاوہ ایک نسخہ جو غالباً ان تمام نسخوں سے زیادہ اہم ہے، کتابخانہ مجلسِ شوریٰ ملی طہران میں موجود ہے، جس کا ذکر ابن یوسف شیرازی نے فہرست کتاب خانہ مجلسِ شوریٰ ملی میں کیا ہے۔ اس نسخہ میں عرفی کے اشعار کی تعداد بارہ ہزار دو سو چون[۱۲۲۵۴] ہے۔ اور اس میں رسالہ نفسیہ اور عبدالباقی نہاوندی کا نادر دیباچہ بھی ہے۔ اس نسخہ میں اشعار قصائد کی تعداد تین ہزار تین سو[۳۳۰۰] ہے۔ اشعار غزلیات کی پانچ ہزار پانچ سو[۵۵۰۰] قطعات کا محض ایک ورق ہے جس میں بتیس[۳۲] اشعار ہیں۔ مثنویوں میں مجمع الابکار میں ایک ہزار چار سو[۱۴۰۰] شعر ہیں اور خسرو شیریں میں اشعار کی تعداد چار سو چالیس[۴۴۰] ہے۔ رباعیات کی تعداد ایک سو نوے[۱۹۰] ہے اور ساقی نامہ میں کل ایک سو نوے[۱۹۰] اشعار ہیں۔ نسخہ میں باقی محفوظ اشعار ترجیع بند، ترکیب بند اور متفرق ابیات پر مشتمل ہیں۔ مذکورۂ بالا اہم نسخوں کے علاوہ اہم تذکروں میں محفوظ عرفی کے اشعار کو بھی اس کے دیوان کی نئے سرے سے تدوین کے سلسلہ میں نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ ان تذکروں میں سب سے زیادہ اہم تقی الدین کاشانی کا تذکرہ خلاصۃ الاشعار ہے۔ اس تذکرہ کے مصنف کو عرفی نے خود اپنا کلام تذکرہ میں شامل کئے جانے کے لئے بھیجا تھا۔ اس میں محفوظ عرفی کے اشعار کی تعداد ہزاروں تک پہونچتی ہے۔ خلاصۃ الاشعار کے بعد دوسرے اہم تذکرے جن میں عرفی کا کلام محفوظ ہے مآثر رحیمی اور عرفات اوحدی ہیں لیکن ان میں تعدادِ اشعار خلاصۃ الاشعار سے کہیں کم ہے۔ لیکن اپنی قدامت کی وجہ سے یہ تذکرہ بھی ان اشعار کی درستی میں جو ان میں محفوظ ہیں معاون ہو سکتے ہیں، ان تذکروں کے علاوہ قدیم بیاضوں میں بھی عرفی کا کچھ نہ کچھ کلام مل جاتا ہے۔ ایسی ہی ایک بیاض میں راقم الحروف کو عرفی کا ایک نادر مخمس ملا ہے[۲۵]۔ عرفی کی نثری تصنیف میں رسالہ نفسیہ عموماً اچھے نسخوں میں ملتا ہے اور ایران سے تازہ شائع شدہ نسخہ میں وہ اب شائع بھی ہو چکا ہے، اس رسالہ کے علاوہ بعض نادر بیاضوں میں عرفی کے کچھ خطوط بھی ملتے ہیں[۲۶]۔ ان میں سے بعض کافی